بدلہ یا بہتری

www.saleemdada.com

انسان کی زندگی میں ایسے مواقع آ جاتے ہیں کہ جب اسے یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ اسے کسی سے اپنا بدلہ پورا کرنا ہے یا کسی بڑی بہتری کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے ارادے کو ترک کر دینا چاہئیے؛ عملی زندگی میں یہ فیصلہ مشکل ہوتا ہے اور شبانہ صداقت کی کہانی میں بھی ہمیں یہ بات نظر آتی ہے۔ وہ آج اپنی امّی کے قریب بیٹھی برسوں پہلے کے اپنے بچپن کے ان دنوں کو یاد کر رہی تھی جب وہ اپنے امی بابا کے ساتھ ایک بہت پُرسکون علاقے میں اپنے چھوٹے سے لیکن خوبصورت مکان میں اطمنان سے رہا کرتی تھی۔ اب اسکی امی انتہائی بیماری کی حالت میں تھیں اور انہوں نے اسے وصیّت کے طور پر کچھ باتیں سمجھانے کیلیئے ساتھ بٹھایا تھا؛ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ اب انکے جانے کا وقت ہے۔

جن دنوں کو شبانہ یاد کر رہی تھی، ان دنوں میں اسکے بابا نے اپنے ایک قریبی رشتے دار سے کاروبار کیلئے قرض لیا تھا اور وہ قرض لاکھوں میں تھا جبکہ اس کی باتوں میں آکر وہ یہ غلطی کر بیٹھے تھے کہ انہوں نے اپنے گھر کو، جو اس قرض سے کہیں زیادہ مالیت کا تھا، اسکے عوض میں گروی رکھ دیا تھا۔ اس کاروبار میں انہیں بھاری نقصان کا سامنا کرنا پڑا تھا جسکا اس رشتے دار نے اسطرح فائدہ اٹھایا کہ قانونی پیچ و خم کا سہارا لے کر اس گھر کو معمولی قیمت پر ان سے ہتھیا لیا گو کہ اس وقت قرض کی ادائیگی کی مہلت ختم بھی نہ ہوئی تھی۔ وہ طبیعتاً اسطرح کا فرد تھا کہ دولت کے آگے رشتے داری اسکے لئے معنی نہیں رکھتی تھی سو اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے انہیں دھوکہ دیا جسکی وجہ سے انکے آگے کے چند سال بہت مشکل رہے۔

بہرحال، وقت کے ساتھ اسکے بابا کو ایسے مواقع ملے کہ جن سے استفادہ کرتے ہوئے انہوں نے بڑی محنت سے حالات کو بہتر بنا لیا۔ انکی وفات پر وہ ترکہ میں یہ گھر، جس میں شبانہ اور اسکی امی مقیم تھے اورکپڑوں کی ایک دکان، جو وہ زندگی ہی میں شبانہ کے نام کر چکے تھے، چھوڑ کر گئے تھے۔ اب دکان سے اتنا کرایہ مل جاتا تھا کہ جس سےانکے اخراجات باآسانی پورے ہو جاتے تھے۔ چونکہ بابا کی طرح شبانہ اور اسکی امی دونوں ہی دین کی طرف مائل تھیں چنانچہ دونوں ہی قناعت پسند تھیں؛ اس وجہ سے انکی زندگی پُرسکون گزر رہی تھی۔ شبانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ یہ حیران کُن صلاحیت تھی کہ وہ کسی چیز کو صرف دیکھ کر اپنے خیال کے زور پر اسکی جگہ سے ہلا دیتی تھی؛ اس عجیب صلاحیت کی خبر اسکی امی کو بھی تھی۔

انہوں نے کسی وقت بغیر شبانہ کا ذکر کیئے، ایک نامور پروفیسر صاحب سے اس بارے میں پوچھا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ یہ جادوگری نہیں ہے بلکہ انسانی ذہن بہت صلاحیت رکھتا ہے سو اسے ممکنات میں مانا جاتا ہے؛ اسمیں یہ اور بھی مشکل ہے کہ کسی چیز کو کسی خاص سمت میں پھینکا جائے؛ خیر، اسکا کوئی عملی ثبوت نہیں ملتا؛ انہوں نے اسکا ایک مشکل نام بھی ذکر کیا تھا۔ بہرحال، اسکی امی نے اسے سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ اس صلاحیت کو عمل میں لانے سے گریز کرے تاکہ لوگوں میں جہالت کی وجہ سے کوئی غلط فہمی نہ پھیلے اور وہ انکی اس بات کا لحاظ رکھتی تھی۔ امی بخوبی جانتی تھیں کہ شبانہ اس بات کو بھول نہیں سکی ہے کہ اسکے والد کے ساتھ دھوکہ ہوا تھا جس سے انکا خوبصورت گھر انکے پاس سے جاتا رہا؛ وہ اکثر اسکا بدلہ لینے کی بات کرتی تھی۔

امی (شبانہ کو سمجھاتے ہوئے)۔ دیکھ شبانہ؛ میرے بعد تو اس گھر میں بالکل اکیلی ہو جائے گی اور یہاں اسطرح رہنا تیرے لئے مناسب نہیں؛ ہمارے رشتے دار اس شہر میں تو ہیں نہیں اور جو ہیں، وہ میری نظر میں انتہائی ناقابلِ اعتبار ہیں۔ میری پرانی سہیلی زرینہ جو اکثر ہمارے ہاں آتی ہیں، ان پر میرا اعتبار بھی ہے اور میرے بعد میں نے ان سے تیری دیکھ بھال کیلیئے بات بھی کر لی ہے؛ وہ بہت خوش ہیں کہ انکو اب دوبارہ ایک بیٹی مل جائے گی سو تو انکے ہاں چلی جانا؛ انکی دونوں بیٹیاں اپنے گھر کی ہیں اور اسوقت وہ اکیلی رہتی ہیں؛ جب کبھی تیری شادی کا وقت آیا اور وہ اِن شاء اللہ جلد آ جائے گا، تو اسکے لئے وہ سب اہتمام کریں گی؛ آج روپے پیسے کی انکے ہاں کمی نہیں ہے اور وہ میرے کئے گئے چند احسانات کا بدلہ بھی چُکانا چاہتی ہیں۔

شبانہ۔ امی؛ زرینہ خالہ بہت اچھی ہیں لیکن میں یہاں سے کہیں جانا نہیں چاہتی۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہمیں یہاں آئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا لیکن آپ جانتی ہیں کہ میں ایسی کمزور بھی نہیں کہ اپنی حفاظت نہ کر سکوں؛ آپ کوئی ٹینشن نہ لیں؛ میں اِن شاء اللہ اپنی زندگی کیلئے ایسا سیٹ اپ بنا لوں گی جسکے بعد مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔

امی۔ بیٹا؛ اللہ تعالیٰ پر توکّل کر کے اپنی صلاحیت کا اعتبار کرنا بہت اچھا ہے لیکن دنیا کی حالت عجب ہے؛ ایسے میں بہتر ہے کہ کسی ایسے بھلے فرد کا ساتھ لیا جائے جو مشکل میں سہارا بن سکے اور دین بھی اس سے نہیں روکتا۔

شبانہ۔ لیکن امی، وہ ہماری رشتے دار تو نہیں ہیں اور مجھے یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ میں انکے یہاں جا رہوں۔ میں تو انکی بیٹیوں میں سے بھی کسی کو نہیں جانتی۔

امی۔ شاید تو نے انہیں کبھی دیکھا ہو؛ زرینہ کو میں برسوں سے جانتی ہوں اور تو جو پوچھتی رہی ہے کہ وہ تو ہمارے ہاں آتی ہیں لیکن ہم انکے ہاں نہیں جاتے سو وجہ یہ ہے کہ وہ آج بھی ہمارے پرانے محلّے میں رہتی ہیں اور میں نہیں چاہتی کہ میری ملاقات کبھی ان رشتے داروں سے ہو۔

شبانہ۔ بہت خوب؛ وہ وہیں رہتی ہیں جہاں ہمارا پرانا گھر ہے تو پھر وہ وہاں کے مکینوں کو جانتی ہوں گی۔

امی۔ ہاں۔گو بہت زیادہ نہیں؛ اب وہ گھر ہمارا نہیں ہے اور وہ اسکی دوسری گلی میں رہتی ہے؛ میں یہ ضرور جانتی ہوں کہ تیرے بابا کا وہ رشتے دار جس نے انہیں دھوکہ دیا تھا، بہت پہلے مر چکا ہے؛ اب تو وہاں اسکی بیوی جو بھلی عورت ہے، اور اسکے بیٹے کی رہائیش ہے جبکہ اسکی بیٹی کسی اور شہر میں بیاہی گئی ہے۔

شبانہ (کچھ سوچ کر)۔ امی؛ اللہ نہ کرے آپکو کچھ ہو؛ لیکن اگر واقعی ضرورت ہوگی تو میں لازمًا زرینہ خالہ کے ہاں چلی جاؤں گی۔

امی (اسکے ارادے کو بھانپتے ہوئے)۔ دیکھ شبانہ؛ میری یہ خواہش ضرور ہے کہ تو اسکے ہاں جا رہے لیکن تجھے تنبیہ کرتی ہوں کہ اپنے پرانے گھر کے بارے میں کھوج نہ لگانا؛ جو کرائے کا پیسہ تجھے مل رہا ہے، اسے زرینہ کے ہاں ضروریات پر لگانا کیونکہ اب وہ تیرا گھر بھی ہوگا۔

شبانہ۔ ٹھیک ہے امی؛ لیکن میں آپکی یہ بات نہیں مان سکتی کہ پرانے گھر کی خبر نہ رکھوں؛ وہ آخر ہمارا گھر ہے۔

امی(ایک آہ بھرتے ہوئے)۔ لیکن یہ وعدہ کر کہ تو وہاں کے مکینوں کو نقصان نہ پہنچائے گی اور کوئی ایسا اقدام بھی نہ کرے گی کہ تجھے ان سے کوئی نقصان پہنچے۔

شبانہ۔ امی؛ میں اِن شاء اللہ کچھ ایسا نہ کروں گی کہ مجھے ان سے کوئی نقصان پہنچے۔ لیکن انہوں نے بابا کو اس زمانے میں بیس لاکھ روپے کا نقصان پہنچایا تھا سو ہمیں کتنے عرصے تک پریشانی کا سامنا رہا۔ اگر میں اسکی سزا انہیں دے سکوں تو یہ میرا حق ہے اور میں اس حق سے زیادہ انہیں نقصان نہ پہنچاؤں گی؛ اس پر تو آپکو اعتراض نہ ہوگا۔

امی۔ شبانہ؛ تو یہ دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنا نواز دیا ہے کہ ہمیں سب ضروریات میسّر ہیں۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ اگر حق لینا ممکن ہو تو بھی معاف کر دینا بہتر ہے۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ وہ آخر ہمارے رشتے دار ہیں۔

شبانہ۔ امی؛ میں آپکی نصیحت کا خیال رکھوں گی البتہ ممکن ہوا تو میں اِن شاء اللہ انہیں اتنی ہی تکلیف پہنچاؤں گی جسکی وہ میری دانست میں مستحق ہیں۔

اس گفتگو کے چند دنوں میں امی کا انتقال ہو گیا اور اسکے بعد شبانہ زرینہ خالہ کے ہاں منتقل ہو گئی۔ وہ گھر کشادہ تھا لیکن وہاں کے اکثر گھروں کے مقابلے میں کم کشادہ تھا۔ ماحول کی اجنبیت کی وجہ سے اسے پہلے مشکلات ہوئیں لیکن زرینہ خالہ کے اپنائیت بھرے رویّے نے اسے جلد وہاں سے مانوس کر دیا اور پھر جب وہ انکے ساتھ قریب کے اس بڑے باغ میں گئی جہاں وہ بچپن میں بابا کے ساتھ جایا کرتی تھی تو وہ اسکے بعد اسی جگہ کی ہو گئی۔ زندگی ایک ڈگر پہ آنے لگی اور اسے بس یہ فکر رہ گئی کہ اب وہ کسی طرح اپنے پرانے گھر کے اندر جھانک کر وہاں کے معاملات کو جان سکے۔

(محمّد سلیم دادا)

شبانہ کو زرینہ خالہ کے ہاں آئے قریبًا ایک ہفتہ ہو گیا تھا جب اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ آج اپنے پرانے گھر کو دیکھنے ضرور جائے گی۔ وہ بہار کے موسم کی خوبصورت صبح تھی جب اس نے خالہ سے اجازت لی کہ وہ باغ میں جا کر کچھ دیر ٹہلے گی اور علاقے کا جائزہ بھی لے گی۔ خالہ نے اسے یہ کہہ کر اجازت دی کہ وہ جلد لوٹ آئے گی سو یہ مان کر وہ ضروری حجاب کے ساتھ گھر سے چل پڑی۔

باغ جانے سے پہلے وہ اس گلی میں جانا چاہتی تھی جہاں اسکا پرانا گھر تھا سو وہ اس میں مُڑ گئی اور اسکے اندر بڑھتی چلی گئی۔ اسے یاد تھا کہ اسکا گھر بالکل آخر میں دائیں طرف تھا؛ راستے میں اسے وہ چبوترہ نظر آیا جہاں وہ سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی تھی؛ بائیں طرف وہ دکان، کتنی پرانی تھی لیکن آج بھی موجود تھی، گو اب وہاں چہرے اجنبی تھے۔

آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے وہ گھر کے دروازے کے پاس پہنچ گئی؛ اسکا گیٹ تبدیل ہو چکا تھا اور اس کے باہر دیواروں پر ہلکا اورنج پینٹ کیا ہوا تھا اور انکے اوپر مُنڈیر پر کانچ کے ٹکڑے نصب تھے۔ اسے اپنے اس گھر کو پہچاننے میں کوئی دشواری نہ ہوئی کیونکہ ایک تو وہ بالکل آخر میں تھا جہاں گلی بند ہو جاتی تھی اور دوسرا یہ کہ اسے یہاں وہی اپنائیت محسوس ہو رہی تھی جیسی کہ بچپن میں ہوا کرتی تھی۔ اس نے نوٹ کیا کہ وہاں ایک نوٹس لگا ہے -- ایک خاتون کی دیکھ بھال کیلئے ایک پڑھی لکھی caretaker کی ضرورت ہے -- یہ لازمًا اس دھوکے باز فرد کی بیوی یعنی میری آنٹی ہوں گی جن کو یہ نوٹس بتلا رہا ہے۔ معًا اسے یہ خیال آیا کہ میں کیوں نہ اس موقعے سے فائدہ اٹھاؤں؛ یہ تو یہاں کے معاملات میں داخل ہونے کا بہترین راستہ ہے۔

ابھی وہ اسی سوچ میں تھی کہ معًا گھر کا دروازہ کُھلا اور ایک خوبرو نوجوان باہر آیا۔ اس نے اسے دیکھ کر کہا ۔۔ 'جی۔ آپ کون' ۔۔ شبانہ نے بغیر کچھ کہے نوٹس کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس نے فورًا کہا۔۔ 'اوہ! آپ اس سلسلے میں آئی ہیں؛ اندر آ جایئے' ۔۔ پھر توقّف سے بولا۔۔ 'میری والدہ اندر ہیں؛ پلیز، آپ آیئے' ۔۔ کچھ ڈر تو اسے محسوس ہوا لیکن وہ تو اس موقعے کی تلاش میں تھی سو خاموشی سے وہاں داخل ہو گئی۔ اندر سوائے نئے پینٹ کے، سب اسی طرح تھا جیسے اسکے بچپن میں ہوا کرتا تھا؛ ایک کمرہ داخلے کے دائیں طرف؛ آگے وسیع دالان جسکے بائیں حصے میں چھوٹا سا لان اور کیاریاں؛ دو مزید کمرے سامنے کی طرف؛ ان دونوں کے اوپر چھت جس کا راستہ دائیں کمرے کے ساتھ تھا؛ اور داخلے کے بائیں طرف بیرونی wash-room۔

وہ کچھ دیر کیلئے دوبارہ اپنے بچپن میں لوٹ گئی تب اسے اس نوجوان کی آواز نے چونکا دیا؛ ۔۔ 'بڑی خالہ۔ میں تو جا رہا ہوں؛ آپ انہیں امی کے پاس لے جا کر بتانا کہ یہ ان کی نگران کے طور پر آئی ہیں' ۔۔ اس نے دائیں طرف ایک ادھیڑ عمر عورت کو دیکھا جو ملازمہ معلوم ہو رہی تھی جسے بڑی خالہ کہنا اسے عجیب لگا۔ بائیں طرف کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور وہاں سے آوازوں کے آنے سے کسی کی موجودگی کا پتہ چل رہا تھا؛ ۔۔ 'جی، سُمیر جی۔ بی بی جی؛ آپ یہاں اس کمرے میں آ جائیں' ۔۔ اس نے اس بائیں کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں داخل ہوتے ہی شبانہ نے ایک باوقار خاتون کو دیکھا جو بستر پر اطمنان سے بیٹھی تھیں؛ خوب؛ یہ اسکی آنٹی ہیں۔ اس نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے مسکرا کر جواب دیا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

اسکے بعد انہوں نے بڑی خالہ کی طرف دیکھ کر کہا ۔۔ سُمیر کو چین نہیں ہے؛ وہ مجھے کسی نہ کسی کے سہارے ضرور رکھے گا ۔۔ اسکے بعد انہوں نے شبانہ کو مخاطب کر کے گفتگو کا آغاز کیا۔

آنٹی۔ جی بیٹی؛ کیا نام ہے تمہارا اور کہاں رہتی ہو؟

شبانہ۔ میں یہاں قریب میں اپنی رشتے کی خالہ کے ہاں رہتی ہوں؛ میرے والدین وفات پا چکے ہیں؛ رہا نام، تو آپ مجھے سبین کہہ سکتی ہیں۔

آنٹی۔ ٹھیک سبین؛ ویسے تمہیں کچھ نہیں کرنا سوائے اسکے کہ دس بجے سے تین بجے تک میرے پاس رہ کر کوئی نہ کوئی بات کرو۔ یوں تو بڑی خالہ اس سے پہلے آتی ہیں اور اس کے بعد جاتی ہیں لیکن وہ گھر کے کاموں کو دیکھتی ہیں؛ سُمیر چاہتا ہے کوئی خصوصًا میری دیکھ بھال کرتا رہے۔

شبانہ۔ تو میری یہاں ذمہ داری کے اوقات دس بجے سے تین بجے تک ہوں گے جس میں مجھے آپکا خیال رکھنا ہوگا۔

آنٹی۔ بلکہ ہم دونوں ایک دوسرے کا خیال رکھیں گے؛ ٹائمنگ کی وجہ یہ ہے کہ سُمیر دس بجے اپنے ہوٹل پر جاتا ہے اور تین بجے واپس آتا ہے۔ جمعے کے دن تمہاری چھٹّی ہوگی؛ یہ بتاؤ کہ تم نے کہاں تک پڑھا ہے؟

شبانہ۔ میں نے آرٹس میں انٹر کیا ہے اور دو سال ایک مستند مدرسے سے دینی تعلیم بھی حاصل کر چکی ہوں۔

آنٹی۔ ماشاء اللہ۔ تم چاہو تو آج ہی join کر سکتی ہو۔

شبانہ۔ مجھے میری خالہ سے اجازت لینی ہوگی جو امید ہے مِل جائے گی؛ اِن شاء اللہ میں کل دس بجے آ جاؤں گی۔

(محمّد سلیم دادا)

شبانہ کو زرینہ خالہ سے اجازت کا حصول بہت مشکل ہوا؛ انکو یہ پریشانی تھی کہ اسے آخر کام کیوں کرنا ہے اور پھر اس گھر میں تو ایک نوجوان لڑکا موجود ہے؛ شبانہ نے اطمنان دلایا کہ سُمیر اس کی ذمہ‌داری کے اوقات میں وہاں نہیں ہوگا؛ یہ اسکا اپنا گھر رہا ہے جبکہ آنٹی کی دیکھ بھال اسکے لئے کوئی مشکل نہیں ہے اور وہ ان سے موبائل فون پر رابطے میں رہ سکتی ہیں۔ اسکے اصرار پر خالہ اس شرط پر مانیں کہ پہلے دن وہ خود اسکے ساتھ جا کر وہاں معاملات کا جائزہ لیں گی۔ شبانہ نے بخوشی اس بات کو مان لیا لیکن ساتھ ہی انہیں یہ بھی سمجھا دیا کہ وہاں پر اسے شبانہ نہیں بلکہ سبین کہہ کر بلائیں اور یہ ظاہر نہ کریں کہ وہ کبھی وہیں پر رہ کر گئی ہے۔ سو دوسرے دن وہ بھی اسکے ساتھ دس بجے اسکے پرانے گھر پہنچیں جب سُمیر وہاں سے جا چکا تھا۔

وہاں جب زرینہ خالہ آنٹی سے ملیں تو ان کے پُرتپاک انداز نے ان پر بہت اچھا اثر کیا۔ انہوں نے خالہ کو اطمنان دلایا کہ شبانہ کو اِن شاء اللہ انکے ہاں کوئی گزند نہ پہنچے گی بلکہ وہ تو انکی بیٹیوں کی طرح ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتلایا کہ وہ بہت مرتبہ صبح میں زرینہ خالہ کو بڑے باغ میں چہل قدمی کرتے ہوئے دیکھ چکی ہیں۔ یہ گفتگو ایک بہت اچھے ماحول میں ہوئی سو اسکے بعد خالہ جلد ہی شبانہ کو وہاں پر چھوڑ کر اور آنٹی کا شکریہ ادا کر کے لوٹ گئیں۔ انکے جانے کے فورًا بعد شبانہ نے آنٹی سے گھر کے ملاحظے کی اجازت مانگ لی۔ آنٹی کا کمرہ وہاں سب میں بڑا کمرہ تھا جو کبھی اسکے والدین کا ہوا کرتا تھا؛ اسمیں attached wash-room بھی تھا؛ گھر آج بھی اسکے بچپن ہی کی مانند تھا جسمیں کوئی بڑی تبدیلی نہیں کی گئی تھی۔

اس دوران جابجا اسے بچپن کی یادیں آتی رہیں۔ اس نے دیکھا کہ کیاریوں میں وہ پتھر، جس پر اس نے بچپن میں اپنا نام کندہ کیا تھا، آج بھی اسکے نام کے ساتھ موجود ہے؛ داخلے کے دائیں طرف والا کمرہ، جو کبھی اسکا تھا، وہ اب سُمیر کا تھا اور اگرچہ وہ بند تھا لیکن کھڑکی کی جھری سے اسے اندر ایک کمپیوٹر دکھائی دیا؛ اسے وہ دن بھی یاد آیا جب انہیں گھر چھوڑ کر جانا پڑا تھا اور جب دالان میں اس نے صرف خیال کے زور پر اپنے فریبی انکل کے پیروں پر وہاں موجود ایک پتھر بہت طاقت سے دے مارا تھا جس پر وہ وہیں بیٹھ گیا تھا اور اسے فوری ہسپتال لے جانا پڑا تھا؛ کاش وہ کسی بڑے پتھر کو اسے مار سکتی لیکن اسکی صلاحیت کی ایک حد تھی۔ بعد میں بابا سے پتہ چلا تھا کہ اسکی ٹانگ میں فریکچر ہوا ہے؛ سو بڑے عرصہ تک وہ تکلیف میں رہا ہوگا۔

اس نے اس گھر کے مکینوں سے مختصر ملاقات کے باوجود یہ ذہن بنا لیا تھا کہ آنٹی اسقدر اچھی خاتون ہیں کہ وہ انکو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے گی البتہ اس فریبی کا بیٹا تو اسی کا خون تھا، سو وہ اسے ایک مناسب سبق تو لازمًا دے کر جائے گی؛ اسی طرح اسکے بدلے کی طلب کو سکون ملے گا لیکن ابھی کسی ایسے موقعے کا انتظار کرنا ہوگا کہ جس میں وہ اسے ایسی مار لگا سکے کہ جو اسے بہت عرصے تک یاد رہے، لیکن اس احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ اس مار کا اثر دائمی نہ ہو۔ گھر کے ملاحظے کے دوران چھت پر اس نے بڑی دوربین یعنی ٹیلی اسکوپ دیکھا جسکے پاس ہی میں ایک نوٹ بُک بھی رکھی ہوئی تھی سو اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ اسکے کزن سُمیر کو ستاروں سیّاروں کے مشاہدے سے بھی کوئی خاص دلچسپی ہے۔

شبانہ کو وقت کے ساتھ بڑی خالہ اور آنٹی کے مزاج کا اندازہ ہوگیا اور وہ انکے ساتھ جلد گھل مِل گئ؛ آنٹی بھلی طبیعت رکھتی تھیں جبکہ بڑی خالہ ملازمہ ہونے کے باوجود گھر کی ایک فرد تھیں اور شروع دن سے بڑی خالہ کہلاتی تھیں؛ البتّہ سُمیرکو سمجھنا مشکل تھا۔ وہ خوبرو نوجوان تھا اور اس نے بھی دینی تعلیم حاصل کی تھی؛ شبانہ کو اندازہ تھا کہ اگر وہ چاہے تو آسانی سے اسکی توجّہ حاصل کرسکتا ہے؛ لیکن سُمیرکو ایسا شوق نہ تھا۔ اگرچہ وہ اسکے جانے سے پہلے گھر لَوٹ آتا تھا لیکن اسے صرف اپنی امّی کا خیال رہتا تھا۔ ہاں؛ چند مواقع پر اسے ایسا ضرور لگا کہ شاید اسکی نظر اسی کی طرف ہے لیکن وہ کبھی اسکی تصدیق نہ کر سکی۔ وہ ظہرگھر آکر ادا کرتا تھا اور اسے علم، خاص طور پر اسلامی علم، کے حصول کا شوق تھا سو کمپیوٹر پر کچھ نہ کچھ لکھتا پڑھتا رہتا تھا۔

اس نے سُمیر کے وسیع ہوٹل کو اپنے کام ہی کے دوران ایک صبح جا کر دیکھا تھا، جو وہاں سے زیادہ دور نہ تھا۔ وہ دو بڑی دکانوں پرمشتمل تھا لیکن اسکا نام اس نے 'دال سبزی کیبن' رکھا تھا؛ وہاں صرف دالیں اور سبزیاں ہی مِلتی تھیں جو دس بجے سے دو بجے تک دستیاب تھیں۔ اُسوقت اس نے یہ بھی دیکھا کہ وہاں کا کھانا واقعی بہترین ہے؛ کیبن کی علاقے میں ایک اچھی شہرت تھی اور وہ اسکے لئے بہت نفع مند تھا۔ بہرحال، سُمیر کو تو بس ایک حد تک نفع سے دلچسپی تھی؛ وہ اپنے کیبن کو دوپہر میں بند کر دیتا تھا جبکہ جمعے کے دن چھٹی کرتا تھا؛ اس نے یہ بھی دیکھا کہ وہاں سُمیر کا رنگ اور ہی رہتا ہے؛ اسکے ورکرز کیلئے جہاں اسکے ہاں نرمی کا عنصر تھا، وہاں ان سے کام لینے میں اسکی انتظامی صلاحیت بھی بہترین تھی۔

یوں تو سُمیر سے اسکی بات کم رہتی تھی لیکن ایک دن ایک عجیب واقعہ پیش آیا جب اس نے کچھ ناراضگی کی وجہ سے سُمیر کا مزاج درست کرنے کی ٹھان لی۔ اس دن وہ ڈھائی بجے ہی گھر لوٹ آیا تھا اور پھر آنٹی کے کمرے میں شیلف پر رکھے ہوئے کانچ کے ایک شو۔پیس کو درست کر کے رکھنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ شبانہ نے اسے نرمی سے منع کیا کہ وہ ٹھیک رکھا ہے سو اسے نہ چھیڑے۔ اِس پر اس نے کہا کہ یہ اسطرح رکھا تھا کہ کسی وقت بھی گِر سکتا تھا لیکن اب میں نے اسے درست کر دیا ہے تب شبانہ نے اسے سبق سکھانے کا ارادہ کر لیا۔ کچھ عرصے سے اس نے اپنی حیران کُن صلاحیت کا استعمال نہیں کیا تھا سو اسکے لئے یہ سنہری موقعہ تھا۔ جیسے ہی وہ دروازے کی طرف مڑا، اس نے اپنی توجّہ شو پیس پر مرکوز کر دی۔

ابھی وہ دو قدم بھی نہ لے سکا تھا جب شو۔پیس دھڑام سے نیچے زمین پر آن گرا۔ آنٹی گھبرا کر نیند سے جاگ اُٹھیں اور بیٹھ گئیں۔ اس نے پلٹ کر شو۔پیس کے بکھرے ٹکڑوں کو دیکھا اور خاموش ہو کر رہ گیا۔ شبانہ نے مسکرا کر اسے توجّہ دلائی کہ وہ پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ اسے اس چیزکو نہیں چھیڑنا چاہیئے۔ سُمیر نے اپنے آپکو سمبھالتے ہوئے آنٹی سے کہا ۔۔ امی؛ کوئی پریشانی کی بات نہیں؛ بس یہ شو۔پیس ٹوٹ گیا ہے ۔۔ پھر اس نے شبانہ کو ایک نظر دیکھا اور فوری اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ وہاں وہ کمپیوٹر چلا کرکسی کام میں مصروف ہو گیا اور اسکے جانے تک نہیں نکلا۔ اسکے بعد اس نے واضح طور سے محسوس کیا کہ وہ جب گھر میں ہوتا ہے، اسکی نظر اس پر ہوتی ہے، لیکن اس نے اس بات پر توجّہ نہیں کی۔

اب شبانہ اپنا بدلہ پورا کرنے کا موقعہ چاہتی تھی تا کہ اس کے بعد اپنے کام سے استعفیٰ دے سکے۔ گو کہ یہاں سے اسکا ایک جذباتی تعلّق تھا اور اب تو آنٹی سے بھی اسے اُنسیت ہونے لگی تھی لیکن اسکا بظاہر یہاں کوئی حق نہ تھا۔ اسے اطمنان تھا کہ اگر وہ سُمیر کو کوئی نقصان پہنچاتی ہے تو کوئی اس پر الزام نہیں لگا سکتا؛ اسے یہ اندازہ بھی تھا کہ آنٹی کو اسکے جانے کا افسوس ہوگا جبکہ جو دو نگران خواتین پہلے انکی خدمت میں رہ چکی تھیں، وہ دونوں ہی اپنے کام کو نبھانے میں ناکام رہی تھیں؛ خیر، وہ اس بارے میں کچھ کرنے سے قطعی قاصر تھی۔ اسکے انتظار کو کچھ دن ہی گزرے تھے کہ اسے بدلے کا موقعہ میسّر آ گیا۔

(محمّد سلیم دادا)

وہ ایک خوبصورت دن تھا جب آنٹی نے سُمیر کو اسکی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے گھر پر روک لیا تھا۔ وہ گھر پر ٹھہر تو گیا لیکن ایک بجے تک اپنے کمرے میں کمپیوٹر پر کچھ کام کرتا رہا۔ اسکے بعد وہاں سے نکل کر دالان میں انہی کیاریوں کے قریب آ گیا جہاں شبانہ کا نام لکھا تھا۔ اس نے ایک نظر انہیں دیکھا پھر وہیں سے اُڑتے کبوتروں کو دیکھتا رہا۔ شبانہ اسے آنٹی کے کمرے کی کھڑکی سے دیکھ رہی تھی؛ وہ حسبِ معمول سو چکی تھیں اور بڑی خالہ دالان میں دائیں طرف کپڑے سُکھا رہی تھیں۔ معاً اسے خیال آیا اسے اسی موقعے کا انتظار ہے؛ کاش آج بھی دالان میں کوئی پتھر اسکے پاس موجود ہو؛ وہ کمرے سے نکلی تو اسکی خوشی کی انتہا نہ رہی؛ اسکے پاس ہی میں ایسا پتھر موجود تھا؛ اس نے فوراً ہی اُس پر اپنی توجّہ مبذول کر دی۔

شبانہ نے نوٹ کیا کہ سُمیر قریبًا اسی جگہ کھڑا ہے جہاں شبانہ کے انکل اُسوقت کھڑے تھے جب اس نے انہیں بہت کاری ضرب لگائی تھی؛ گویا یہ ٹھیک ہے کہ تاریخ اپنے آپکو دہراتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ جس پتھر پر اسکی توجہ تھی وہ اسے اسی قدر فاصلے پر معلوم ہو رہا تھا جس قدر فاصلے پر کبھی وہ پہلا پتھر تھا، گو یہ غالبًا زیادہ بڑا تھا۔ اس نے اپنے خیال کے سہارے انتہائی قوّت اور بہت تیزی کے ساتھ اس پتھر کو سُمیر کے پیر کی طرف پھینک دیا۔ وہ انتہائی رفتار سے اسکی طرف گیا لیکن اس سے بھی زیادہ سُرعت گویا بجلی کی تیزی سے، سُمیر اسکے راستے سے اسطرح ہٹ گیا کہ وہ اسکے پیر کے کوئی ایک انچ کے فاصلے سے ہو کر دیوار سے جا ٹکرایا؛ وہاں اس نے اپنا واضح نشان چھوڑ دیا۔ شبانہ دم بخود رہ گئی کیونکہ اسے اس ناکامی کی کوئی توقّع نہ تھی۔

اس کے ساتھ ایک اور عجیب بات یہ ہوئی کہ برعکس پتھر کی طرف دیکھنے کے سُمیر نے فورًا پلٹ کر شبانہ کی طرف دیکھا؛ اسکی آنکھیں اس سے کچھ پوچھ رہی تھیں۔ شبانہ نے اپنے آپ کو کنٹرول کیا اور بے چین لہجے میں پوچھا ۔۔ 'کیا ہوا؟ آپ خیریت سے تو ہیں؟' ۔۔ اس پر سُمیر نے فوری جواب دیا ۔۔ 'الحمدُ للہ؛ میں ٹھیک ہوں سبین؛ البتہ اس واقعے نے مجھے ہلا دیا ہے' ۔۔ بڑی خالہ بھی اسطرف آ گئی تھیں جبکہ آوازوں کے بلند ہونے سے آنٹی بھی جاگ چکی تھیں۔ جیسے ہی انہیں اس پیش آنے والے معاملے کا پتہ چلا، وہ پریشان ہوگئیں اور انہوں نے سُمیر سے فوری طور پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک بڑی رقم صدقہ کرنے کیلیئے کہا۔ اُس وقت شبانہ نے طبیعت کے اضمحلال کا بہانہ کر کے گھر جانے کی درخواست کی جو آنٹی نے فورًا منظور کر لی۔

شبانہ کے جانے کے بعد سُمیر نے بہت پُر سکون انداز پر اپنی امی اور بڑی خالہ کو تسلّی دی اور جب سب کچھ نارمل ہوا تب اس نے اپنی امی سے پوچھا۔

سُمیر۔ امی؛ اسطرح کا واقعہ تو ابّا جان کے ساتھ بھی پیش آیا تھا جس میں وہ انتہائی زخمی ہو گئے تھے۔

آنٹی۔ ہاں؛ اور وہ ایسی کاری ضرب تھی کہ انکے پیر میں فریکچر آ گیا تھا جسے ٹھیک ہوتے ہوتے بہت وقت لگا تھا اور اسکے بعدبھی انہیں چلنے میں احتیاط کرنی پڑتی تھی۔ لیکن اسکے بعد ایسا کچھ نہیں ہوا ورنہ میرا یہاں رہنا محال ہوتا۔

سُمیر۔ امی؛ میرے انکل جن کے ساتھ ابّا جان نے اس گھر کے لین دین میں زیادتی کی تھی، انکی ایک بیٹی بھی ہے نا؟

آنٹی۔ ہاں؛ تب وہ بہت چھوٹی تھی اور جہاں تک مجھے یاد ہے، وہ اُسوقت یہیں تھی؛ شبنم ہے اسکا نام۔

سُمیر (زیرِ لب بولتے ہوئے)۔ نہیں؛ بلکہ شبانہ۔
آنٹی۔ کیا؟ شاید اس واقعے نے تمہیں وہی پرانی بات یاد دلا دی ہے جسکا ذکر میں نے تم سے کیا تھا۔ میں نے تمہارے ابّا کو بہت سمجھایا تھا کہ انکی ٹانگ کا فریکچر دراصل اشارہ ہے کہ وہ کسی کا حق نہ رکھیں اور انکی رقم جو میری یاداشت کے مطابق بیس لاکھ روپے تھی، انہیں پہنچا دیں لیکن انہوں نے میری کوئی بات نہ سنی۔ لیکن تمہارا کیا قصور ہے؟
سُمیر۔ میرا خیال ہے امی، کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اُنکا بیٹا ہونا میرا قصور ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا ہے؛ فکر نہ کریں؛ میں اِن شاء اللہ احتیاط کروں گا۔
اسکے بعد سُمیر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا؛ وہ سمجھ گیا تھا کہ سبین ہی شبانہ ہے، جو چیزوں کو ہلا دینے کی عجب قوت رکھتی ہے اور ان سے بدلہ لینے کا ارادہ رکھتی ہے۔

شبانہ گھر پہنچتے ہی اپنے کمرے میں چلی گئی؛ زرینہ خالہ نے نوٹ کیا کہ وہ وقت سے پہلے گھر آ گئی ہے اور پریشان نظر آتی ہے۔ انہوں نے اس بارے میں فوری آنٹی سے فون پر استفسار کیا جس سے انہیں وہاں پیش آنے والے واقعے کا علم ہوا؛ انہوں نے خالہ کو مشورہ دیا کہ وہ اسے ابھی بالکل ڈسٹرب نہ کریں جس پر خالہ نے آمادگی ظاہر کی۔ اُدھر شبانہ کو بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ سُمیر اسکی صلاحیت کو سمجھ چکا ہے لیکن کیسے؟ یہ ایک مناسب سوال تھا جسکا جواب اسکے پاس نہیں تھا۔ وہ کچھ دیر سوچوں میں گم رہی اور پھر اسی دوران اسے نیند آ گئی۔ وہ اس دن ایسا سوئی کہ پھر جا کر مغرب پر اُٹھی۔ گو کہ اس نیند سے اسکی پریشانی کم ہوگئی لیکن اسکا یہ ارادہ اور پختہ ہو گیا کہ وہ اب ان حالات میں وہاں پر سے اپنی سروِس چھوڑ دے۔

دوسرے دن شبانہ دس بجے سے دیر سے پہنچی لیکن اس وقت خلافِ معمول سُمیر گھر پر موجود تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ سُمیر کو بخار سے تو افاقہ ہو چکا ہے سو بظاہر اب وہ اسی سے کوئی بات کرنے گھر پر رُکا تھا؛ یہ بات اسکے لئے پریشانی کا باعث تھی۔ آنٹی نے اسکی طبیعت پوچھی اور پچھلے دن اسکے اضمحلال پر افسوس کا اظہار کیا۔ پھر ایک گھنٹے میں وہ باتوں باتوں ہی میں سوگئیں جبکہ بڑی خالہ گھر کے کسی کام میں مصروف تھیں۔ اُسوقت حسبِ توقّع سُمیر نے شبانہ کو کمرے سے باہر آنے کا اشارہ کیا؛ اس نے دالان کے اسی بائیں حصے پر جہاں کل وہ آکر کھڑا ہوا تھا، دو کرسیاں لگائی تھیں کہ جن میں سے ایک پر اس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

(محمّد سلیم دادا)

سُمیر۔ سبین؛ شاید یہ بات آپکو عجیب لگے لیکن میں آپ سے کل کے واقعے پر بات کرنا چاہتا ہوں (شبانہ نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا) ۔۔ (اس نے کچھ توقف سے کہا) ۔۔ مجھے یہ اندازہ ہو چلا ہے کہ آپکی اصل شناخت کیا ہے سو اگر یہ اندازہ درست ہے تو ہم آپس میں رشتے دار ہیں اور مجھ پر یہ بالکل واضح ہے کہ آپ کس ارادے سے یہاں پر آئی ہیں۔

ہاں؛ بات اسی طرح تھی جسے سُمیر نے **blunt** انداز میں کہہ دیا تھا؛ شبانہ ردِّعمل ظاہر کئے بغیر چُپ رہی۔

سُمیر۔ آپکو اللہ تعالیٰ نے ایک حیران کُن صلاحیت سے نوازا ہے جسے 'سائکو۔کِنیسِس' کہا جاتا ہے؛ آپ اپنے خیال کے سہارے کسی چیزکو ہلا بھی سکتی ہیں اور اسے کسی خاص سمت میں بخوبی پھینک بھی سکتی ہیں۔

شبانہ۔ آپکو اتنا کچھ اندازہ ہے تو پھر آپکو یہ بھی جان لینا چاہییے کہ یہ گھر آج بھی میرا ہے جبکہ آپکے ابّا جان نے اس گھر پر ناجائز قبضہ کیا تھا؛ آپ نے اسی قبضے کو دوام دیا ہے۔ انہوں نے میرے والد صاحب کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے سہارا دے دیا لیکن آپ لوگوں کے اس ظالمانہ رویئے کو میں کبھی بھلا نہ سکی۔

سُمیر۔ ہاں شبانہ ۔۔ اوہ؛ تمہارا نام آج بھی کیاریوں میں موجودہے جسے میں نے کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ میں اسی ظلم کے خاتمے کیلیئے تین سال پہلے انکل کو ڈھونڈنے نکلا تھا؛ بہت تلاش کے بعد مجھے یہ معلوم ہو سکا کہ انکا انتقال ہو چکا ہے لیکن یہ پتہ نہ چلا کہ تم اور تمہاری والدہ کہاں ہیں۔ تب میں نے اپنی تلاش روک دی تھی لیکن اس ارادے سے کہ میں دوبارہ تلاش کروں گا۔

شبانہ کیلئے یہ اطلاع خوش آئند تھی یعنی اسے اپنے ابّا جان کی غلطی کا احساس تھا؛ اس نے بات کو جاری رکھا۔

سُمیر۔ میں تمہیں تمہارے غصّے پر قصوروار نہیں ٹہراتا اور تمہیں تمہارے اس فیصلے پر بھی الزام نہیں دیتا کہ جو تم نے اس زیادتی پر بدلہ لینے کیلئے کیا لیکن اب تم کس بات پر بدلہ لینا چاہتی ہو جبکہ میں تو ابّا جان کی غلطی کو مان رہا ہوں اور اسکی درستگی بھی چاہتا ہوں۔ میں یہ بھی مان لیتا ہوں کہ اس گھر پر تمہارا حق بھی ضرور ہے۔

شبانہ کو احساس ہوا کہ اسے معاملات کی پوری خبر نہ تھی؛ اسکے منہ سے فوری نکلا ۔۔ میرا ارادہ آپ لوگوں کو یہاں سے بے دخل کرنے کا ہرگز نہیں تھا بلکہ میں آپکو مناسب سزا دینا چاہتی تھی؛ لیکن اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ بغیر کوئی بدلہ لئے، واپس اپنی دنیا میں لَوٹ جاؤں گی۔

سُمیر۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم یہیں پر رہو؛ تم ایک نیک طبیعت لڑکی ہو جسکے آنے سے اس گھر میں بڑی برکت ہوئی ہے؛ ۔۔ (پھر توقّف سے) ۔۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے بہت حسن سے بھی نوازا ہے اور مجھے اعتراف ہے کہ میں تمہاری طرف اپنے لئے کشش پاتا ہوں۔ اب تم امی کی نگران ہی نہ ہوگی بلکہ اس گھر کی ایک فرد کی حیثیت سے یہاں رہو گی؛ (ہلکے سے) ۔۔ اگر اپنا حق نیک راستے سے ملے تو قبول کرنے میں کیا حرج ہے جبکہ سبھی کا فائدہ بھی اسی میں ہو۔ کیا تم میری یہ درخواست قبول کرو گی؟

شبانہ نے اپنے لئے ایسی تعریف کبھی نہ سنی تھی اور سُمیر، جسے اپنے غصّے کے باوجود اس نے اچھا انسان پایا تھا، اسکی طرف سے تو اسے بہت اچھی لگی؛ اسے ناگاہ اسکی کہی گئی بات کااندازہ ہوا؛ اس نے اسے شادی کا پیغام دیا تھا۔

شبانہ۔ اگر میں آپ کی بات کو صحیح سمجھ پائی ہوں تو اس بات کو خالہ کے سامنے رکھنا ہوگا؛ آپ کیلئے بھی مناسب ہے کہ آپ آنٹی کے سامنے اسے رکھیں۔ انہیں میری شناخت بتلا دیں لیکن براہِ کرم انہیں بلکہ کسی کو بھی، میری انوکھی صلاحیت کے بارے میں کچھ نہ بتلایئے گا اور یہ بھی نہیں کہ میں یہاں کس ارادے سے آئی تھی۔

سُمیر۔ میں اِن شاء اللہ معاملات کو سمبھال لوں گا؛ اور اب تمہاری خالہ سے میرے حق میں فیصلہ لینا تمہاری ذمے داری ہے۔ (کچھ توقّف سے) ۔ شبانہ؛ میں تمہارا ممنون ہوں؛ اگر ہم ایک دوسرے کے حقوق صحیح طور پر ادا کریں تو اِن شاء اللہ اسی سے ہمارے بیچ محبّت کا رشتہ قائم ہوگا۔

شبانہ (ہلکے سے)۔ میں اللہ تعالیٰ سے ہمارے بیچ اسی محبّت کے رشتے کو واقع کرنے کی دعا کرتی ہوں۔

ان دونوں کی اس گفتگو کے بعد معاملات تیزی سے بہتری کی سمت بڑھتے چلے گئے؛ آنٹی کو جب شبانہ کی شناخت معلوم ہوئی اور اسکے ساتھ یہ بھی کہ سُمیر نے اسے اپنانے کا فیصلہ کیا ہے تو ان کی مسرّت کا ٹھکانہ نہ رہا؛ وہ تو پہلے ہی شبانہ سے اُنسیت محسوس کر رہی تھیں سو انہوں نے زرینہ خالہ کے ہاں جا کر بہت احترام سے اسکا رشتہ مانگا؛ شبانہ پہلے ہی سُمیر کو زرینہ خالہ سے ملوا چکی تھی اور اسکے پیغام کو قبول کرنے کا عندیہ بھی ظاہر کر چکی تھی۔ وہ اُس سے اِس ملاقات کے بعد سے بہت خوش تھیں اور انہوں نے بخوشی اس رشتے کو قبول کیا؛ آنٹی اور زرینہ خالہ دونوں ہی نے اس رشتے کی منظوری کے بعد شکرانے کے نفل ادا کئے جبکہ سُمیر نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سینکڑوں فقیروں کو اپنے کیبن سے کھانا کھلایا۔

آنٹی نے سُمیر کی بہن کو بھی situation سے آگاہ کیا
جسے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ شبانہ نے باوجود اس
ظالمانہ سلوک کے جو انکے ابّا جان نے اسکے والد سے کیا
تھا، سُمیر کا رشتہ قبول کر لیا تھا؛ اس نے نہ صرف شبانہ سے
بات کر کے اسے اپنی مسرّت سے آگاہ کیا بلکہ جلد وہاں
پہنچنے کا عندیہ بھی دیا۔ سو سارے معاملات نہایت ہموار
طریقے سے انجام پا گئے اور مقررہ وقت پر دونوں شادی کے
بندھن میں بندھ گئے۔ سُمیر نے اپنی بات کو نبھایا اور اس
نے شبانہ کی حیران کُن صلاحیت کے بارے میں کسی کو نہ
بتلایا؛ اسطرح انکی زندگی خوشگوار نہج پر آگے بڑھتی رہی۔

(۷ جولائی؛ مطابق ۱۸ ذی الحج؛ 5:10 am)

(محمد سلیم دادا)